Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 06، شمارہ نمبر 01، جون-2025

عذرا عباس کی شاعری کا تانیثی مطالعہ

A Feminist Study of Izra Abbas's Poetry

Dr. Muhammad Ashraf Kamal,
Professor Urdu Department, Alhamd Islamic University, Islamabad
Dr. Sher Ali,
Chairman Urdu Department, Alhamd Islamic University, Islamabad
Dr. Muhammad Yaseen Aafaqi,
Professor Urdu Department, Alhamd Islmic University, Islamabad

eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2025 by the authors. This is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract

Feminism is a theory in which literature can be studied in the context of women's rights and social inequality. The aim of feminism is to give women all the equal rights compared to men, which are not treated as inferior and weak. Azra Abbas is one of the important poetes who raised their voice regarding feminism. She wants to give a respectable place and status to women in every respect in the society. The study of her poetry is an important context of female texts. The way women are presented in the poetry of Azra Abbas, we find glimpses in our daily life. She has protested against the lower status of women in the life and society at the domestic level and at the collective level compared to men. The study of her poetry from a female perspective brings out useful demands. In his poetry, Azra Abbas has spoken against the oppression of women in various aspects of life.

Key words: Feminism, Poetry, Woman and Woman, inferior, society, protest,

Research Journal
Tahqeed
تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 06، شمارہ نمبر 01، جون-2025

تانیثیت ایک تھیوری ہے جس کا تعلق عورت اور اس کے مسائل سے ہے۔ عورتوں کے حقوق کی بازیافت سے ہے۔ مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو وہ تمام برابری کے حقوق دلانا تانیثیت کا نصب العین ہے جو کہ اسے کم تر اور کمزور سمجھ کر نہیں دیے جاتے۔

عورت کو انسانیت کے درجے پر سمجھتے ہوئے سیاسی، معاشرتی، سماجی معاشی، قانونی، اور وراثتی حقوق دلانا تانیثیت کا ایک اہم مقصد ہے۔ مرد غالب معاشرے میں خاندانی اور گھریلو حوالے سے عورت کو مردوں کے برابر عزت واحترام اور مقام ومرتبہ دلانا تانیثی متن کا ایک اہم سیاق ہے۔ تانیثی حوالے سے ادب تخلیق کرنے والوں میں ایک اہم نام عذرا عباس کا بھی ہے۔

عذرا عباس ۱۹۵۰ء میں کراچی میں پیدا ہوئیں۔ کراچی یونیورسٹی سے ایم اے اردو کیا۔ اس کی شادی معروف شاعر اور ناول نگار انور سین رائے سے ہوئی۔

عذرا عباس کا پہلا شعری مجموعہ "میز پر رکھے ہاتھ "۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ ان کی کتابوں میں، میں لائنیں کھینچتی ہوں، اندھیرے کی سرگوشیاں، حیرت کے اس پار، ان کی خود نوشت "میرا بچپن" بھی شائع ہو چکی ہے۔ اس کا ایک ناول "میں اور موسیٰ" کے نام سے شائع ہوا۔ اس کا افسانوی مجموعہ "راستے مجھے بلاتے ہیں" اور خوابوں کے کھیت" کے نام سے شائع ہوئے۔

اس کی شاعری کے موضوعات عورت کی زندگی کے گرد گھومتے ہیں عام طور پر گھریلو عورت اور خاص طور پر شادی شدہ عورت کی زندگی جسے صرف اپنی ذات ہی کا دکھ نہیں اپنے بچوں کے دکھوں کا بھی سامنا ہے۔ اس تمام مشقت اور محنت کا بھی دکھ ہے جو اسے زندگی کو گزارنے کے لیے کرنی پڑتی ہے۔

اس کی نظموں میں خواتین اپنے گھر میں آنے والی چڑیوں کو ممتا کے راز بتاتے ہوئے اور موت کے سوداگر اپنے عیش وعشرت کے محلات میں ڈرائی فروٹ کھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس کی پسندیدہ قسم کی عورت وہ ہے جس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور اس پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے گناہ چرا رہی ہے۔'(۱)

اس نے اس وقت نثری نظم لکھنا شروع کی جب کہ اس کا رواج عام نہیں تھا۔ پہلے شعری مجموعے میں ان کی ایک طویل نظم "نیند کی مسافتیں" ایک ایسی لڑکی کی زندگی کی کہانی ہے جو کہ اپنی آنکھوں میں خواب سجائے بیٹھی ہے۔ اس کے پاس محبت ہے اور ایک روشن مستقبل ہے۔

اس کی شعری کتاب "میں لائنیں کھینچتی ہوں" کی کئی نظمیں مشہور ہوئیں اور متنازع بھی۔ اس کی زندگی کہیں آسودگی اور کہیں ناآسودگی سے عبارت ہے۔

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر06، شمارہ نمبر01، جون-2025

عورتوں کے حوالے سے ان کی نظمیں مجھے تقسیم کر دو،Female Bullf fighter،'تم ہنستے کیوں ہو' اپنے موضوع کے حوالے سے اہمیت کی حامل ہیں۔

اس کی شاعری میں عورت کی شادی سے پہلے کے تجربات بھی موجود ہیں اور شادی کے بعد کے تجربات اور مسائل بھی۔اس کے خیال میں یہ صدی فاصلوں کی صدی ہے۔اور اس میں ملنے والا دکھ بچہ پیدا کرنے والی عورت کے دردوں سے بڑھ کر ہے۔اس نے جس انداز میں عورت کے مسائل اور اس کے غموں کی ترجمانی کی ہے وہ تانیثی حوالے سے اہمیت کی حامل ہے۔

وہ بڑی باریک بینی سے سماجی رویوں کو تانیثی نقطہ نظر سے دیکھتی ہے۔اس کی نظموں، افسانوں، ناول اور حتیٰ کہ خود نوشت میں بھی تانیثیت کے حوالے سے موضوعات ملتے ہیں۔وہ صنفی حوالے سے کسی بھی قسم کی تفریق کی مخالف ہے۔

"عذرا عباس کا اصرار یہ ہے کہ اگر مرد اور عورت دونوں ایک ہی طرح کے کام کرتے ہیں، ایک جیسی ذہنی اور جسمانی مشقت سے گزر رہے ہیں تو پھر بھائیوں کو دودھ اور بہنوں کو چائے کیوں دی جائے۔ابتدا میں تانیثیت کا بنیادی سروکار اسی تفریق اور امتیاز کے خلاف آواز بلند کرنا تھا، لیکن رفتہ رفتہ یہ تحریک اپنے بنیادی مسائل سے الگ ہو کر ایک سیاسی نعرہ بن کر رہ گئی۔عذرا عباس کی تحریروں میں یہ سوالات اپنی بنیادوں پر استوار نظر آتے ہیں۔مرد اساس سماج میں ماں کس کشمکش کا شکار ہوتی ہے۔"(۲)

اس کی خود نوشت میں بھی اس کا تانیثی لب ولہجہ اور سماج کے رویوں کے خلاف احتجاج کا بیانیہ ملتا ہے۔وہ اس بات کو محسوس کرتی کہ ماں بھائی کو تو دودھ کا پیالہ دیتی اور ہم بہنوں کو چائے کے پیالے۔وہ اس کو صرف دیکھتی اور محسوس ہی نہیں کرتی تھی بلکہ اس کے خلاف احتجاج بھی کرتی۔ایک دن اس نے بھائی کے دودھ کے پیالے کو لات مار کر گرا دیا اور بستہ اٹھا کر باہر کی طرف دوڑ گئی ماں کوسنے دیتی رہ گئی۔

اس نے ایک گھر میں ماں باپ کے رویے اور بہن بھائیوں میں فرق کو جیسے سمجھا اور بیان کیا اس کا اندازہ اس اقتباس سے ہوتا ہے:

"مجھے اپنی ماں کبھی سمجھ میں نہیں آئی۔اس کی آنکھوں میں کبھی میرے لیے غصہ نظر آتا اور کبھی وہ خوف زدہ ہو کر مجھے دیکھتی۔کبھی کبھی ایسے لگتا جیسے وہ میری حرکتوں پر مجھے خاموش داد دے رہی ہے۔تمام شور شرابے اور میرے خلاف بولنے کے باوجود یہ دوہری کیفیت مجھے اکثر اس کی آنکھوں میں نظر آتی تھی۔"(۳)

اس کے مجموعہ "میز پر رکھے ہاتھ" میں موجود اس کی نظموں میں عورتوں کے حوالے سے جو لگی بندھی زندگی اور اس کا جبر ہے اس کا اظہار اور اس کے خلاف احتجاج ملتا ہے۔اس کی نظم ایک روٹی تک پہنچنے کے لیے" دیکھئے:

ایک روٹی تک پہنچنے کے لیے

ہم اپنے خواب بیچ دیتے ہیں

اپنے رنگ دھوڈالتے ہیں

اپنی خوشبو اڑا دیتے ہیں

اور اپنے جسموں کو صدہا سال سے

چلتی ہوئی چکی میں

پیس ڈالتے ہیں

اور کیا کرتے ہیں؟

اور کیا نہیں کرتے

ہمیں کوئی بھی اختیار نہیں (۴)

یہاں لڑکیوں کو صرف روٹی کی غرض سے مردوں کے پلو سے باندھ دیتے ہیں اور صدیوں سے ایسا ہی ہوتا چلا آرہا ہے۔ عورتوں کا حسن، ان کا رنگ وروپ سب اسی مشقت کی نظر ہو جاتا ہے۔ عمر بھر وہ زندگی کی چکی پیسنے پہ مجبور ہے۔

اس کی شاعری میں شادی کا تجربہ کوئی خوشگوار اثرات نہیں چھوڑتا بلکہ یہ عورت کو بدل کرر کھ دیتا ہے اس کی شخصیت اور اس کی ذات کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے۔

اس نے مجھ سے پوچھا

تم نے شادی کر کے

اپنا کیا حلیہ بنالیا ہے

تمھارا پیٹ باہر نکل آیا

تمھارے کولہے پھیل گئے

اور یہ اتنے بچے !

تمھیں دیکھ کر کراہت آتی ہے

میں نے رشک سے

اس کا سڈول جسم دیکھا

اور افسردہ ہو گئی

آج چھ برس بعد

وہ میری جیسی حالت میں

مجھے ملی

اس کا چہرہ

تمتما رہا تھا

اس کے بچے اس کے بے ڈول جسم کے

اردو گرد گھوم رہے تھے

اور وہ مسکرا رہی تھی (۵)

وقت کے ساتھ ساتھ انسان ڈھلتا ہے کبھی وقت اسے ڈھال دیتی ہے اور کبھی خود اس کی بے پروائی۔ عذرا عباس نے اس کی ایک بڑی وجہ شادی کو قرار دیا ہے نیچر یا اپنی بے پروائی کو نہیں۔ یہاں شاعرہ اس کا سارا قصور سماج اور شادی کی رسم پہ ڈالنا چاہتی ہے۔

اس کی نظم "ایک نظم لکھنا مشکل ہے" بھی عورت کے کرب اور اس کے دکھ کی نشاندہی کرتی ہے۔ ایسا دکھ جو صرف عورت کا مقدر ہے مرد کا نہیں۔ اس کے خیال میں بچے جننے سے بڑا دکھ کوئی نہیں ہے۔

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر06، شمارہ نمبر01، جون-2025

دونوں دکھ ایک ہی ہیں

جیسے تمھیں

گرم گرم جلتے ہوئے لوہے سے

داغا جارہا ہو

یا تمھارے جسم کو

گو دا جارہا ہو (۶)

اس کی نظم 'گردشوں کے پھیر' میں اس جبر کی نشان دہی کی گئی ہے جس سے عورتیں دوچار ہیں۔ ان کے خیال میں یہ معاشرہ بے حس معاشرہ ہے جو عورتوں سے بیگار میں کام لینا جانتا ہے۔ اور عورتیں مجبور و بے کس ان کے ہر حکم کو بجالانے پہ مجبور ہیں۔

یہ سب گردشوں کے پھیر ہیں

ہمارے ٹخنوں کو وزنی گاڑیوں سے

باندھ دیا گیا ہے

مال بردار جانور ہمارے آگے چارا اڈال رہے ہیں۔(۷)

وہ اپنی شاعری میں نئے نئے موضوعات لاتی ہیں۔ ان کی نظم "حرامزادی" میں عورت کے جذبات اور پھر ان جذبات کی عاشق کی طرف سے شوہر کی طرف منتقلی۔

آنے والے کل نے

میرے گزرنے والے سارے دن

نگل لیے ہیں

جاگتے اور سوتے ہوئے

کنڈلی مارے

باہر کی آگ اور شور سے لاپروا

اپنی ہانڈی روٹی میں گم

یوں بھی ہوتا ہے

جب چپ کا راج ہر طرف ہو

تو سایہ بھی شور مچاتا ہے

شکلیں بدل بدل کر

خوف اندھیرے میں ڈھول پیٹتا ہے

بلی کی غراہٹ

دروازے سے باہر

میرے بال کھڑے کر دیتی ہے (۸)

"میز پر رکھے ہاتھ" میں شامل اس کی نظموں کے تانیثی پیرایوں میں کئی موضوعات ملتے ہیں کئی کہانیاں چھپی ہوئی ہیں۔ اس کی نظم "حرامزادی" میں عورت کے پوری زندگی کی جدوجہد اور اس کا مآل کار خوف ایک عجیب سی کشمکش میں مبتلا دکھائی دیتا ہے۔

حرامزادی

وہ خنجر گلے پر رکھ دیتا ہے

اور میں ٹھن ٹھن بجنے لگتی ہوں

موسم بدلتے رہتے ہیں

جلد نمبر06، شمارہ نمبر01، جون-2025

میں نے اپنی عاشق کو کھو کر

ایک شوہر پایا تھا (۹)

اس کی نظم "ہاتھ کھول دیے جائیں" میں ایک عورت کو وہ کام کرنے پر مجبور کر دیا گیا کہ جو اس کی عزت اور حیثیت کے بر خلاف تھا۔ وہ اس مجرمانہ رویے کے خلاف سراپا احتجاج ہیں اور آواز بلند کرتی ہیں۔ اس کے یہ مصرعے دیکھئے:

میرا دامن خوابوں کے اندھیرے میں

پھیلا ہوا ہے

۔میرے خواب پھانسی پر چڑھا دیے گئے

میرا بچہ میرے پیٹ سے چھین لیا گیا (۱۰)

عورت کی امنگیں، اس کے خواب، اس کی خواہشیں اس کا مستقبل اس کا حال کچھ بھی تو اس کے ہاتھ میں نہیں ہوتا۔ اس کا ہر گزرتا ہوا لمحہ دوسروں کی ایما پہ گزرتا ہے۔ وہ انسان ہونے کے باوجود انسانی حقوق برابری کی سطح پہ حاصل کرنے سے قاصر ہے۔ اس کی نظم "گردشوں کے پھیر" دیکھئے:

تم نے مجھے کیوں پیدا کیا

میرا حساب چکا دو

بے مصرف زندگی اور بے وجہ موت

دونوں بوجھ بن جاتی ہیں

میلی کچیلی خواہشوں کو دھونا اور

روز انھیں نئے سرے سے سجانا

اس قدر تبدیلیاں ہمارے حواس کو

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر06، شمارہ نمبر01، جون-2025

معطل کر دیں گی۔ (۱۱)

عذرا عباس اپنی شاعری میں عورت اور اس کی سماج میں حیثیت کے حوالے سے کئی سوالات اٹھاتی ہے۔ کیا عورت کا کام صرف اور صرف دن رات کی مشقت ہے اور وہ بھی دوسروں کے اشارے پر۔ پہلے ماں باپ اور بہن بھائیوں کے لیے کام کرنا، پھر شوہر اور ساس سسر نندوں کی غلامی کرنا اور اس کے بعد اپنی اولاد کی خدمت اور نگہداشت اور پرورش کرنا۔ اور اتنا کچھ کرنے کے باوجود وہ اپنے فیصلوں میں آزاد نہیں۔

وہ تقریبات میں زیور پہن کر جانے کی عادی نہیں اس حوالے سے عذرا عباس اپنے انٹرویو میں عورتوں کے بارے میں بتاتی ہے:

"جب میں عورتوں کے ان جھرمٹوں میں جاتی ہوں جو مختلف تقریبات میں زیورات سے ایسے لدی پھدی آتی ہیں جیسے جانوروں کے میلے میں صحت مند جانوروں کو سجا کر لایا جاتا ہے، ان کی گردنیں تنی ہوتی ہیں اور ان کے مالکوں یعنی شوہروں کی بھی لیکن ان کی حالت ان قیدیوں سے مختلف نہیں ہوتی جنھیں آسائشوں میں قید کر دیا جائے۔" (۱۲)

عورت کا کوئی بھی روپ ہے اس میں عذرا عباس کو کہیں نہ کہیں مردوں کا جبر ضرور نظر آجاتا ہے۔ نظم "سدابہار" میں عذرا عباس نے دنیا میں عورت کی مجبوریوں کا ذکر کیا ہے۔

سدابہار کچھ بھی نہیں ہے

بس جو ہیں

تو ہماری مجبوریاں

ان پر بہار رہتی ہے

یہ ہر موسم میں

ہماری زندگی کی کیاریوں میں

کھلتی رہتی ہیں (۱۳)

عورت جو کہ ایک وقت میں مرد کی محبوبہ ہے اور دوسرے لمحے میں وہ اپنی مرضی کے خلاف کسی کو شوہر بنانے پہ مجبور ہوتی ہے۔ اس کے نزدیک عورت کی زندگی ایک کھیل کی طرح ہے۔ جس میں اس کی مرضی کے خلاف چالیں چلی جاتی ہیں۔ ان کی نظم "بازی گر" دیکھئے:

Research Journal
Tahqeed
تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر06، شمارہ نمبر01، جون-2025

بازی گر

اپنی محبوبہ سے ہاتھ دھو بیٹھا

اس لیے کہ

وہ اس کے سامنے بازی گری

نہیں دکھا سکا (۱۴)

عذرا عباس تانیثی حوالے سے جہاں عورت کے مسائل کو بیان کرتی ہے وہیں وہ عورت پہ محبت کے اثرات سے بھی واقف ہے۔ شعری مجموعہ ''حیرت کے اس پار'' میں اس کی نظم میں محبت کے بارے میں دیکھیے:

ایک محبت

آپ کے پاؤں چھوٹے کر دیتی ہے،

قدیم زمانے کی چینی عورتوں کی طرح

بھاگنے کی ترغیب سے روکنے کے لیے

جن کے پاؤں چھوٹے کر دیے جاتے ہیں (۱۵)

وہ شاعری میں تانیثی رویوں کو نئے انداز اور موضوعات میں پیش کرنا جانتی ہے۔ وہ محبت اور نیند کو آپس میں جوڑتی ہے۔ کہ دنیا میں تو محبت ممکن نہیں مگر اس کا خواب تو دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کی نظم ''میری نیند نہیں چھینو'' دیکھیے۔

دیوانہ وار بھاگتی اس زمین پر

نیند نہ ہو

تو کیا ہو گا

کون دیکھے گا خواب (۱۶)

وہ زندگی کے جبر کو ایک ڈور قرار دیتی ہے اور جس میں ماں بیٹے کے رشتے بھی ہم کٹھ پتلی کی طرح بندھے ہیں۔ "نظم" میں ماں بیٹے سے دوری کی وجہ سے ملال میں ہونے کے باوجود پر امید ہے کہ اپنی ماں سے کبھی تو ملنا ممکن ہو گا۔

لیکن جس طرح ہر چیز متحرک

ہوتے ہوئے بھی بندھی ہوئی ہے

ایک ڈور سے

ایک ایسی ڈور جس نے بنادیا ہے

ہم کو کٹھ پتلی (۱۷)

عذرا عباس کی شاعری پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو کس طرح معاشرتی طور پر رشتوں اور صنفی کمزوریوں کی بنا پر نشان زد کیا جاتا ہے۔ نظم "سدا بہار" میں عورتوں کی مجبوریوں کا ذکر کیا ہے۔

سدا بہار کچھ بھی نہیں ہے

بس جو ہیں

تو ہماری مجبوریاں

ان پر بہار رہتی ہے (۱۸)

اگر ہم اس کی شاعری کو تانیثی زاویے سے پڑھتے ہیں تو اس شاعری میں جو سوچ اور خیال کارفرما نظر آتا ہے۔ وہ شاعری کے ذریعے عورت کی تنہائی اس کی محرومیوں اور رسموں رواجوں کی بند دیواروں میں قید عورت کی تصویر حقیقت نگاری کی مثال پیش کرتی ہے۔ اس کی نظم "دنیا اداس ہے" سے اس کی زندگی کی اداسی مترشح ہوتی ہے:

میرے ارد گرد دنیا اداس ہے

جہاں دیواریں ہی دیواریں

اور بہت سے دروازے

دروازے بند ہیں

ان دروازوں کے پیچھے

جاتے ہوئے قدموں کی چاپ ہے

اور کھڑکیاں جو مضبوطی سے بند ہیں (۱۹)

اسی نظم میں وہ زندگی کو، عشق کو ایک جھانسا اور فریب قرار دیتی ہے۔

عذرا عباس کی شاعری دراصل عورت کی مظلومیت کی داستان سناتی ہے۔ وہ بحیثیت عورت اس بات سے آگاہ ہے کہ عورت کو فطری طور پر بھی مردوں سے زیادہ دکھ اور درد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور کچھ ہمارے معاشرے کا سماجی ڈھانچہ ایسا ہے جس میں عورت کو مرد کی نسبت زیادہ عدم تحفظ کا شکار ہے۔ جسے ہر کوئی لوٹنے کھسوٹنے پر تلا ہوا نظر آتا ہے۔

اس کی شاعری میں تنہائی بھی عورت کا مقدر دکھائی دیتی ہے۔ اور خوشی ایک دھوکا۔ اس کی نظم ''میری کرسی خالی'' کے یہ مصرعے دیکھئے:

وقت نے ہمارے درمیاں

فاصلے کی لکیر کھینچ دی ہے

آج جس کرسی پر

تم بیٹھے تھے

اس پر میں بیٹھی ہوں

میری کرسی خالی ہے (۲۰)

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 06، شمارہ نمبر 01، جون-2025

عذرا عباس کی شاعری میں عورت کو جس طرح پیش کیا گیا ہے اس کی جھلکیاں ہمیں روزمرہ زندگی میں مل جاتی ہیں۔ اس نے عورت کی زندگی اور معاشرے میں گھریلو سطح اور اجتماعی سطح پر اس کی مرد کے مقابلے میں کم حیثیت دیے جانے پر احتجاج کیا ہے۔ اس کی شاعری کا تانیثی حوالے سے مطالعہ مفید مطالب سامنے لے کر آتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ https://www.punjnud.com/azra-abbas-ki-shairi-muhammad-hanid-

۲۔ عبد السمیع، ڈاکٹر، میرا بچپن بطور فکشن

https://adbimiras.com/mera-bachpan-bataur-fiction-dr-abdus-sami/

۳۔ عذرا عباس، میرا بچپن، کراچی، آج، ۱۹۹۴ء، ص ۲۱

۴۔ عذرا عباس، میز پر رکھے ہاتھ، کراچی، جدید کلاسیک پبلشرز، ۱۹۹۸ء، بار دوم، ص ۲۱، ۲۰

۵۔ ایضاً، اس نے مجھ سے پوچھا، ص ۴۱، ۴۰

۶۔ ایضاً، ص ۶۲، ۶۱

۷۔ ایضاً، ص ۸۲

۸۔ ایضاً، ص ۷۴

۹۔ ایضاً

۱۰۔ ایضاً، ص ۷۶

۱۱۔ عذرا عباس، میز پر رکھے ہاتھ، کراچی، جدید کلاسیک پبلشرز، ۱۹۹۸ئ، بار دوم، ص ۸۳، ۸۲

۱۲۔ عذرا عباس سے مکالمہ از سحر علی مشمولہ، کتابی سلسلہ نظم نو، کراچی، شمارہ ۳، ص ۸۲

۱۳۔ عذرا عباس، حیرت کے اس پار، کراچی، شہر زاد، ۲۰۰۶ئ، ص۲۹

۱۴۔ ایضاً، ۳۵

۱۵۔ ایضاً ص۴۳، ۴۲

۱۶۔ ایضاً، ص۲۴

۱۷۔ ایضاً، ص۲۷

۱۸۔ ایضاً، ص۲۹

۱۹۔ ایضاً، ص۸۳

۲۰۔ ایضاً، ص۹۳